پروفیسر محمد جہاں گیر عالم

تحریکِ پاکستان میں صوبہ سرحد کا حصہ

شمال مغربی سرحدی صوبے کے عوام نے تاریخ کے ہر دور میں نمایاں کردار ادا کیا ہے اور برصغیر پاک و ہند کی ہر ملی اور ملکی تحریک میں یہاں کے لوگوں نے بہترین خدمات سرانجام دی ہیں۔ آزادیِ وطن کے سلسلے میں برصغیر میں جتنی تحریکیں اٹھیں، ان تمام میں صوبہ سرحد کے لوگوں نے نہ صرف تعاون ہی کیا بلکہ ان میں انھوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ حصولِ پاکستان کی جدوجہد میں صوبہ سرحد کے عوام کا بڑا نمایاں حصہ ہے۔

برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ مملکت کی بات سب سے پہلے حکومت کے سامنے صوبہ سرحد کے ایک رہنما سردار محمد گل خان صدر انجمن اسلامیہ ڈیرہ اسماعیل خان نے ۱۹۲۳ء میں ایک سرحدی تحقیقاتی کمیٹی کے سامنے بیان دیتے ہوئے کی تھی۔ انھوں نے کہا تھا کہ "ہندو مسلم اتحاد کبھی حقیقت کا جامہ نہیں پہن سکتا۔ اس کی بجائے ہمارا مطالبہ ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو علیحدہ علیحدہ رہنے دیا جائے۔ جنوب میں ۲۳ کروڑ ہندوؤں کی حکومت ہو اور شمال میں آٹھ کروڑ مسلمانوں کی۔ راس کماری سے آگرہ تک کا علاقہ ہندوؤں کا ہو اور آگرے سے پشاور تک مسلمانوں کا۔"[1]

۱۹۳۳ء میں انگلستان کے نوجوان طلبا نے برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ مملکت "پاکستان" کے قیام کے لیے چوہدری رحمت علی کی قیادت میں پاکستان نیشنل موومنٹ کا آغاز کیا۔ اس تحریک کے زیر اہتمام ایک کتابچہ NOW AND NEVER (اب یا کبھی نہیں) شائع کیا گیا۔ اس پر دستخط کرنے والوں میں صوبہ سرحد کے فرزند محمد اسلم خٹک بھی شامل تھے۔

صوبہ سرحد کے عوام بڑے بہادر، جرأت مند اور غیور ہیں۔ انگریزوں نے ان کو سنگین اور جبری قوانین

---

[1] قائداعظم اور صوبہ سرحد، محمد شفیع صابر ص ۲۵

کے شکنجے میں جکڑے رکھا تھا، اسی لیے صوبہ سرحد کو "سرزمین بے آئین" کہا جاتا تھا۔ برصغیر میں قانونِ ہند ۱۹۰۹ء اور قانونِ ہند ۱۹۱۹ء کے تحت سیاسی اور آئینی اصلاحات کا آغاز کیا گیا، مگر صوبہ سرحد کو ان اصلاحات سے بہرہ مند ہونے سے علیحدہ رکھا گیا۔ اس لیے یہاں سیاسی بیداری کی وہ حالت نہ تھی جو برصغیر کے دوسرے صوبوں میں تھی۔ سب سے پہلے قائداعظم محمد علی جناح نے صوبہ سرحد میں سیاسی اصلاحات کے نفاذ کے لیے جدوجہد کا آغاز کیا۔ ان کی ہدایت پر سید مرتضیٰ بہادر نے مرکزی اسمبلی کے ۱۹۲۶ء کے اجلاس میں یہ قرارداد پیش کی کہ "مرکزی اسمبلی گورنر جنرل کی کونسل سے سفارش کرتی ہے کہ دستورِ ہند کی ان دفعات کو جن کا تعلق لجسلیٹو کونسلوں اور وزرا کے تقرر سے ہے، صوبہ سرحد میں بھی نافذ کرے اور وہاں ۱۹۱۹ء کی آئینی اصلاحات بلا توقف نافذ کی جائیں۔"[۲]

بعد ازاں "تجاویز دہلی" اور "جناح کے چودہ نکات" میں بھی یہ بات شامل تھی کہ شمال مغربی سرحدی صوبے میں دوسرے صوبوں کی طرح سیاسی اور آئینی اصلاحات نافذ کی جائیں۔ بالآخر گول میز کانفرنس کے بعد صوبہ سرحد میں سیاسی اصلاحات کا نفاذ ہوا۔ یہاں کے لوگ بھی دوسرے صوبوں کے عوام کی طرح اپنے صوبے کے انتظامی معاملات میں شریک ہوئے۔ اس صوبے میں مسلمانوں کی آبادی ۹۰ فی صد سے زیادہ تھی اس لیے لامحالہ اس سے مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچا اور وہ ترقی کرنے لگے۔

برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ مملکت کے قیام کے لیے جب ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو مسلم لیگ کے ستائیسویں سالانہ اجلاس منعقدہ لاہور میں اے کے فضل الحق نے قراردادِ پاکستان پیش کی تو اس قرارداد کی حمایت میں برصغیر کے ہر صوبے کے رہنما نے تقریر کی۔ صوبہ سرحد سے اس قرارداد کی حمایت سردار اورنگ زیب خاں نے کی۔ انھوں نے قرارداد کی حمایت کرتے ہوئے کہا: "مجھے اس قرارداد کی تائید کا اعزاز حاصل ہوا ہے جس کی تحریک شیرِ بنگال اے کے فضل الحق نے پیش کی ہے۔ اس پر متانت، سنجیدگی اور جذبات سے قطعی بالا ہو کر سوچنا اور غور کرنا چاہیے۔ میں ہندو صوبوں میں رہنے والے مسلمانوں کو اس قرارداد کی حمایت پر مبارک باد پیش کرتا ہوں جو صرف چھ کروڑ مسلمانوں کی آزادی حاصل کرنے کے لیے پیش کی گئی ہے ... ہم برطانوی جمہوریت نہیں چاہتے جو سوائے اس کے کچھ نہیں ہے کہ سروں کو گن لیا جائے۔ مسلمان ایک علیحدہ قوم ہیں۔ ہم مسلمان قوم

۲۔ سرحد کا آئینی ارتقا۔ عزیز جاوید، ص ۸۹

کے لیے ایک وطن چاہتے ہیں اور ہمارا وطن وہی ہے جس کی تصریح قرارداد میں کر دی گئی ہے۔"[۵۳]

قراردادِ پاکستان کی منظوری سے برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کا نصب العین حصولِ پاکستان قرار پایا۔ تحریکِ پاکستان کے لیے جدوجہد کا آغاز بڑے زور شور سے ہوا۔ شمال مغربی سرحدی صوبے میں تحریکِ پاکستان اور مسلم لیگ کو خاصی مقبولیت حاصل ہوئی اور جگہ جگہ مسلم لیگ کے پرچم لہرائے گئے۔ ۱۹۴۲ء سے ۱۹۴۵ء تک صوبہ سرحد میں صوبائی مسلم لیگ انتشار کا شکار رہی جس کی وجہ سے صوبے میں تحریکِ پاکستان کا کام مدھم پڑ گیا اور کانگرس نے مسلم لیگ کے رہنماؤں کی باہمی کش مکش کی وجہ سے خوب فائدہ اٹھایا۔ کانگرس نے صوبہ سرحد پر اپنا اثر و نفوذ برقرار رکھنے اور سرحد کے عوام کو مسلم لیگ سے دور رکھنے کے لیے سخت پروپیگنڈا کیا، لیکن یہ صورتِ حال زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی۔

نومبر ۱۹۴۵ء میں قائداعظم محمد علی جناح شمال مغربی سرحدی صوبہ کے دورے پر گئے۔ مسلم لیگ دوبارہ فعال ہوئی اور تحریکِ پاکستان کے لیے بھرپور جدوجہد کا آغاز ہوا۔ ۲۱ نومبر ۱۹۴۵ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے مسلمانانِ سرحد کے نام ایک پیغام میں فرمایا: "مجھے بے حد مسرت ہے کہ صوبہ سرحد کے پٹھانوں نے بالآخر پاکستان کے تصور کو دلی طور پر قبول کر لیا ہے۔ وہ اب آزادی کے خواہاں ہیں۔ ایسی آزادی جو انگریز اور ہندو دونوں کے تسلط اور غلبے سے مبرا ہو۔ میں ۱۹۳۶ء کے سرحدی مسلمانوں اور آج کے سرحدی مسلمانوں میں ایک نمایاں تبدیلی دیکھ رہا ہوں۔ مجھے اس بات کی انتہائی خوشی ہے کہ یہاں کے مسلمان اپنے حقوق کی حفاظت کی خاطر پوری طرح بیدار ہیں۔ جب پچھلی مرتبہ ۱۹۳۶ء میں مجھے یہاں آنے اور دس روز تک قیام کرنے کا موقع ملا تو صوبہ سرحد کے مسلمان کانگرس کے دام میں بری طرح پھنسے ہوئے تھے، لیکن آج ہر مسلمان مرد، عورت، بچہ، بوڑھا بلکہ ہر ہندو بھی یہ بات اچھی طرح جان چکا ہے کہ مسلم لیگ ہی مسلمانانِ ہند کی واحد نمائندہ جماعت ہے اور اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ اس وقت کروڑوں مسلمان مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہیں۔

"ہمیں بیک وقت دو محاذوں پر جنگ لڑنی پڑ رہی ہے۔ ایک ہندو کے ساتھ، اور دوسرے برطانوی

---

[۵۳] پاکستان منزل بہ منزل از سید شریف الدین پیرزادہ، ص ۹۵ - ۲۹۴

شہنشاہیت کے ساتھ۔ ہندو اور انگریز دونوں سرمایہ دارانہ ذہنیت کے مالک ہیں۔ بڑے ہوشیار ہیں۔ تاہم مسلمان پاکستان حاصل کر کے رہیں گے تاکہ وہاں وہ اپنی دینی، تمدنی اور تہذیبی روایات کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔"[۵۴]

اسی زمانے میں خان عبدالقیوم خان نے مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کر کے تحریک پاکستان کے لیے کام شروع کیا۔ انھوں نے صوبہ سرحد کے کونے کونے میں پہنچ کر عوام کو مسلم لیگ کے پرچم تلے متحد کرنے میں بڑا کام کیا۔ صوبہ سرحد کے عوام کو جھنجھوڑا کہ وہ حصول پاکستان کی جدوجہد میں بھرپور حصہ لیں تاکہ مسلمان اپنے لیے الگ وطن حاصل کر سکیں۔ کوہاٹ، مردان، ڈیرہ اسماعیل خاں اور ایبٹ آباد میں مسلم لیگ کی دو روزہ اور تین روزہ کانفرنسیں منعقد کرا کے مسلم لیگ کو مقبول بنانے کے لیے انھوں ان تھک کام کیا۔

شمال مغربی سرحدی صوبے میں تحریک پاکستان کامیابی سے چل رہی تھی کہ صوبہ سرحد کی کانگرسی حکومت نے مسلم لیگ کے رضا کاروں اور رہنماؤں کو ظلم کا نشانہ بنایا اور ان پر جھوٹے مقدمات قائم کر کے انھیں جیل میں بند کرنا شروع کر دیا۔ اس کے خلاف فروری ۱۹۴۷ء کو مسلم لیگ نے سول نافرمانی کی تحریک شروع کی اور کانگرسی حکومت سے کہا کہ وہ عوام کا اعتماد کھو چکی ہے، اس لیے حکومت سے مستعفی ہو جائے، مگر کانگرسی حکومت نے تحریک کو دبانے کے لیے مسلم لیگی رہنماؤں کی وسیع پیمانے پر گرفتاریاں شروع کیں، لیکن اس کے باوجود تمام صوبے میں سول نافرمانی کی تحریک چلتی رہی۔ پشاور میں "صدائے پاکستان" کے نام سے ایک روزنامہ جاری کیا گیا۔ یہ روزنامہ قلمی ہوتا تھا اور خفیہ ترتیب دیا جاتا تھا۔ اس میں سرحد مسلم لیگ کی سرگرمیاں بیان کی جاتی تھیں۔ خفیہ اخبار کے ساتھ ساتھ پشاور میں ایک خفیہ ریڈیو سٹیشن بھی قائم کیا گیا تھا، جس کے ذریعے شہر کے تین مختلف مقامات سے مختلف اوقات میں نشر کر کے صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کی شاخوں کو احکام جاری کیے جاتے تھے اور تحریک کو منظم کرنے کے لیے تمام طریقے بروئے کار لائے جاتے تھے۔ تحریک سول نافرمانی کے دوران تقریباً آٹھ ہزار مسلم لیگ کے رہنما اور رضا کاروں کو حکومت نے گرفتار کر کے جیلوں میں بند کر دیا تھا۔ ان پر مقدمات قائم کیے گئے، اور طرح طرح کی زیادتیاں کی گئیں مگر اس کے باوجود کانگرسی حکومت تحریک کو ختم نہ کر سکی۔[۵۵]

---

۵۴ قائداعظم اور صوبہ سرحد از محمد شفیع صابر، ص ۱۱۰-۹۰

۵۵ صوبہ سرحد اور قائداعظم از عزیز جاوید

۳ جون ۱۹۴۷ء کو حکومت برطانیہ نے برصغیر کے مسلمانوں کے مطالبۂ پاکستان کو تسلیم کرلیا - لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے تقسیم ہند کے منصوبے کا اعلان کیا اور بتایا کہ صوبہ سرحد میں استصواب رائے (ریفرنڈم) کے ذریعے عوام فیصلہ کریں گے کہ وہ پاکستان میں شامل ہونا چاہتے ہیں یا ہندوستان میں - اس منصوبے پر قائداعظم محمد علی جناح نے اپنی نشری تقریر میں صوبہ سرحد کے مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا : "جو منصوبہ ابھی ابھی نشر کیا گیا ہے ، اس کے پیراگراف گیارہ سے یہ عیاں ہے کہ شمال مغربی سرحدی صوبے میں ریفرنڈم کرایا جائے گا جس کے ذریعے شمال مغربی سرحدی صوبے کی قانون ساز اسمبلی کے رائے دہندگان اس بات کا فیصلہ کریں گے کہ آیا وہ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں شامل ہونا چاہتے ہیں یا ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی میں -

" اندریں حالات میں سرحد کی صوبائی مسلم لیگ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ پُرامن سول نافرمانی کی تحریک کو جو انھیں بوجہ مجبوری شروع کرنی پڑی تھی اب ختم کردیں ــــ میں مسلم لیگ کے تمام لیڈروں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنے عوام کو منظم کریں تاکہ وہ اس استصواب رائے عامہ میں ہمت اور حوصلے کے ساتھ پُرامید ہوکر حصہ لیں - مجھے پورا بھروسہ ہے کہ سرحد کے عوام متفقہ طور پر پاکستان ہی کی دستور ساز اسمبلی میں شامل ہونے کا فیصلہ کریں گے -

" ہماری شہری آزادی کی جنگ میں مسلمانوں کے تمام طبقوں نے جیسی جیسی مصیبتیں برداشت کیں، جو جو قربانیاں دیں اور خاص طور پر سرحد کی خواتین نے جیسی خدمات انجام دیں، ان سب کے لیے میں اپنے تشکر و امتنان کا اظہار کیے بغیر نہیں رہ سکتا - کسی پر الزام لگائے بغیر جس کا یہ موقع بھی نہیں، مجھے ان تمام لوگوں کے ساتھ گہری ہمدردی ہے جنھوں نے اس جدوجہد میں بڑی بڑی تکلیفیں برداشت کیں، جن کی جائداد اور املاک تباہ و برباد ہوئی اور جو اس راہ میں شہادت پاگئے -

مجھے پوری پوری امید ہے کہ صوبہ سرحد میں استصواب رائے عامہ پُرامن طریقے پر ہوگا - ہر شخص کو اس بات کی پوری کوشش کرنی چاہیے کہ صوبہ سرحد کے عوام کی آزادانہ منصفانہ اور سچی رائے حاصل کی جائے - میں دوبارہ تمام لوگوں سے امن و امان برقرار رکھنے کی پُرزور اپیل کرتا ہوں - پاکستان زندہ باد ![۵۶]

---

[۵۶] قائداعظم اور صوبہ سرحد از محمد شفیع صابر ، ص ۲۴۸ - ۲۴۷

چنانچہ قائداعظم محمد علی جناح کے حکم پر صوبہ سرحد میں سول نافرمانی کی تحریک ختم کر دی گئی اور مسلم لیگ کے رہنما اور رضاکار استصواب رائے کی مہم کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔ علی گڑھ یونیورسٹی اور دوسرے کالجوں کے مسلمان طلبا نے بھی پاکستان کا پیغام جگہ جگہ پہنچانے میں نمایاں حصہ لیا اور اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کی۔

فوج اور پولیس کی نگرانی میں شمال مغربی سرحدی صوبے میں استصواب رائے کا انتظام کیا گیا تاکہ عوام فیصلہ کر سکیں کہ وہ پاکستان یا ہندوستان میں شریک ہونا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ۶ جولائی سے ۱۷ جولائی ۱۹۴۷ء تک صوبہ سرحد میں استصواب رائے ہوا جو کہ بڑے پُرامن اور منظم طریق میں ہوا۔ اگرچہ جذبات انتہائی کشیدہ تھے تاہم کسی جگہ سے کسی ناخوشگوار واقع کی اطلاع نہیں ملی۔ ۱۸ جولائی ۱۹۴۷ء کو استصواب رائے کے نتیجے کا اعلان کیا گیا کہ پاکستان کے حق میں ۲۸۹۲۴۴ اور ہندوستان کے حق میں صرف ۲۸۷۴ ووٹ آئے۔ اس طرح شمال مغربی سرحدی صوبے کے عوام نے بھاری اکثریت سے پاکستان کے حق میں فیصلہ دیا۔[۵]

---

[۵] قائداعظم اور صوبہ سرحد از محمد شفیع صابر، ص ۲۶۰ - ۲۵۹

(بقیہ یورپ کی نشاۃ ثانیہ میں مسلم فکر کا حصہ)

اور ارسطو و افلاطون کے نظریات کو اس طرح ڈھالا جانے لگا کہ وہ زیادہ سے زیادہ پُرکشش ثابت ہوں۔ پندرھویں صدی عیسوی کے اختتامی سالوں میں عربی سے لاطینی میں ترجمہ ہونے والی کتابوں کی تعداد اتنی بڑھ گئی کہ پادریوں کی مخالفت کے باوجود ان کے مطالعہ و تدریس میں کچھ فرق نہ پڑا۔ یہ کتابیں یونیورسٹیوں کے نصاب میں شامل ہو گئی تھیں۔ اس طرح رفتہ رفتہ ارسطو کی مشائیت کی مخالفت اور افلاطونی اشراقیت و تحقیقی تجربیت کی حمایت سے تحریک احیائے علوم (RENAISSANCE) کا زینہ فراہم ہو گیا۔